مخطوطات کا تعارف واہمیت اور تاریخی پس منظر

Introduction to the Importance of Manuscripts and Historical Background

*Gul Naz
gulsananaz77@gmail.com
**Murk
murkgaho4@gmail.com

Abstract

In the spreading of knowledge importance and role of manuscripts cannot be denied. We received the earlier knowledge through manuscripts only. The research of these manuscripts spread the knowledge and arts in different academic fields. These manuscripts were used to transit human tradition and this is the most valuable investment of human civilization and it translation the history of any nation. It indicates us the wrong decisions made in past. If manuscripts were not present there every generation has to begin its life from the beginning. They would face difficulty in finding out the achievement, works, civilization, culture and academic skill of their ancestors. Due to cultural discontinuity human could felt difficulty to thrive in the development of human civilization Islam is privileges that erupted through knowledge and was formally written from generation to generation. We received this knowledge in the form of manuscripts.

These manuscripts represent our past as this religion guided the world on right path through book. Other nation of the world acquired knowledge and development through these manuscripts, so its importance is accepted by all the nations in every era.

مخطوطہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:

مخطوطہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ خط ہے لغوی طور پر اس سے مراد کسی بھی مادی شئ پر ہاتھ سے لکھا ہوا تحریری نمونہ ہے۔اس نمونے کی یہ تحریر نقل بھی ہوسکتی ہے اور طبع زاد بھی، طویل بھی ہوسکتی ہے،اور مختصر بھی، مفید بھی ہوسکتی ہے اور غیر مفید بھی۔مادی اشیاءہڈی، جھلی، کھال، جھال،پتے،کاغذ، حریر، کپڑا، دھات، لکڑی،پتھر،کانچ،سوختہ،مٹی وغیرہ غرض کوئی بھی چیز ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں تحریری نمونے کا تعلق دیدہ زیب یا بدنما ہونے سے بھی نہیں۔ خصوصی مفہوم میں مخطوطہ کی

*PhD Scholar, Department of comparative religion and Islamic culture, university of Sindh Jamshoro, Archivist at Sindh Archives.
**M.phil Scholar, Department of comparative religion and Islamic culture, university of Sindh Jamshoro.

اصطلاح قلمی کتابوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔اور اس کا اطلاق بیک وقت معمولی اور شاہکار دونوں قسم کے مخطوطات پر ہوتا ہے۔[1]

عالم اسلام میں قلمی کتابوں کے لیے مخطوطہ کی اصطلاح بالکل جدید ہے۔ مخطوطہ کے لکھنے والے کو خطاط کہتے ہیں۔ مخطوطہ کی اصلاح اس وقت دنیائے عرب، افریقی ممالک، ترکی، جنوبی ایشیا میں مروج ہے۔ ایران، افغانستان اور وسطی ایشیاء کے ممالک میں اس کے بجائے نسخہ خطی کی اصطلاح رائج ہے۔ ایران میں اس سے قبل دست نویس کی اصطلاح رائج تھی۔ جنوبی ایشیا میں اس کے لیے قلمی یا خطی کتاب، قلمی نسخہ وغیرہ خصوصی الفاظ بھی مستعمل رہے ہیں۔ دراصل ان ساری اصطلاحوں کا اطلاق طباعت کے آغاز کے بعد مطبوعہ کے مقابلے میں ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابوں پر ہوتا ہے اور کتاب کی اصطلاح رائج رہی۔ اس کے لکھنے والے کو کاتب اور اس کے شجر عمل کو کتابت کے نام سے موسوم کیا گیا۔[2]

انہی مراحل سے ابتدائے اسلام میں مخطوطہ کے لیے مسودہ کی اصطلاح بھی منظر عام پر آئی جس کا مادہ "اسود" (سیاہ) ہے۔ چونکہ یہ کتابیں سیاہ روشنائی سے لکھی جاتی تھیں اس لیے یہ مسودہ کہلائیں۔ اور ان کے لکھنے والے کو مسود کہا گیا۔ اسلامی ادب میں کتابی صورت میں مخطوطات کے علاوہ دستی تحریروں کو بالعموم دستاویزات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اگر کسی کتاب یا رپورٹ کا متن غیر مرتب شکل میں دستی تحریر ہو یا ٹائپ شدہ شکل میں ہو تو آج کل اسے اصطلاحاً مسودہ کہتے ہیں۔ انگریزی زبان میں مخطوطہ کی متبادل اصطلاح (Manuscript) ہے۔ جو دراصل لاطینی لفظ (Manuscripts) سے ماخوذ ہے۔ یہ لاطینی الاصل لفظ (Manu) اور (Scripts) دو لفظوں کا مرکب ہے۔ جن کے معنی علی الترتیب ہاتھ (Hand) اور لکھا (To Write) کے ہیں۔ ابتداء میں یہ لفظ دو علیحدہ الفاظ کی صورت میں چلتا رہا لیکن مرور ایام کے ساتھ یہ دونوں الفاظ ایک لفظ کی صورت اختیار کر گئے۔ تاریخی طور پر یہ لفظ طباعت کی ایجاد کے بعد قلمی کتب اور مسودات کے لئے استعمال ہوا تھا۔ لاطینی لٹریچر میں اس کا وجود پندرہویں صدی عیسوی سے ملنے لگتا ہے۔ انگریزی لغات میں اس لفظ کے معنی ہاتھ کی تحریر، مصنف کی مطبوعہ کتاب اصل نقل، اصل ٹائپ شدہ مسودہ، ہاتھ سے لکھی ہوئی قدیم کتاب یا دستاویز وغیرہ جو کسی ملک میں طباعت کے عمومی رواج سے پہلے کی تحریر ہو یا مصنف کی قدیم کتاب کی تحریر شدہ نقل ہوۓ[3]

علم کتب خانہ کی فرہنگ اصطلاحات میں بھی Manuscript کا ترجمہ مخطوطہ ہی کیا گیا ہے۔ لیکن فی زمانہ ہاتھ سے تحریر کرنے کی بجائے چونکہ ٹائپ پر اصل نسخہ کرنے کا بھی رواج ہو گیا ہے۔

اس لیے محمود الحسن مخطوطہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ

"اصل نسخہ جو ہاتھ سے لکھا یا ٹائپ سے تیار کیا گیا ہو مخطوطہ کہ زمرے میں آئے گا"[4]

لیکن میخائل گورمن (Michael Gorman) کی تعریف تفصیلی ہے۔

"انہوں نے ہاتھ کی تحریر، ٹائپ شدہ، پتھر اور مٹی کی تختیوں پر کندہ تحریر کو بھی مخطوطہ لکھا ہے۔ تاہم پتھر اور مٹی کی تختیوں پر کندہ تحریر یا سکّوں اور ظروف پر کندہ تصویر و تحریر کا آثار و نوادر میں شمار ہے۔"[5]

"اس بحث کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قلم کے ذریعے ہاتھ سے خوش خط لکھا ہوا مبیضہ مخطوطہ ہے۔ اگر اس کی نقل قلم سے کی گئی ہو تو وہ بھی مخطوطہ ہو گا۔ لیکن مشینی طریقوں مثلاً فوٹو یا قلم کے ذریعے عکس لیا گیا ہو تو اسے عکسی مخطوطہ کہا جائے گا۔"[6]

مخطوطات کی اہمیت:

کوئی زبان، علم یا معاشرہ اپنے ارتقاء کی کس منزل میں ہے؟ اس کی عکاسی اور نشان دہی اس کی کتابوں اور علمی و تحقیقی کام سے ہوتی ہے۔[7] کتابیں علم کا سرچشمہ ہیں۔ اور انسانی تہذیب کی ترقی کا کوئی تصور ان کے بغیر ممکن نہیں کتابیں در حقیقت وہ صحیفے ہیں جن میں علوم وفنون اور ان کے مختلف شعبوں کے ارتقاء کی داستانیں رقم ہیں۔ معاشرہ مستقبل میں ترقی و کمال کی کن بلندیوں سے آشنا ہو گا اس کی بشارت بھی کتابوں کے اوراق ہی میں ملی ہیں۔

مسلمانوں کو اس بات پر فخر ہے اور بجا فخر ہے کہ ان کی کتاب ہدایت کا آغاز ہی تحصیل علم کی ترغیب سے ہوا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ﴿١﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿٢﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿٣﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿٤﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔[8] ۭ﴿٥﴾

جس رسولِ خدا پر یہ کتابِ ہدایت اتاری گئی اس کے فرائض منصبی میں تعلیم کتاب وحکمت کو شامل کیا گیا ارشاد ربانی ہے:

"یُعَلِّمُہ[illegible]مُ الکِتَابَ والحِکمۃ[illegible]"۔[9]

رسول عربی کو خاص طور پر یہ تلقین کی گئی:

" رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا"۔[10]

اور پھر خود زبان نبوت ورسالت نے اپنی امت سے مخاطب ہو کر فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔[11]

ان محرکات کا لازمی نتیجہ تھا کہ اس دین کے ماننے والوں کا طرہ امتیاز تحصیل علم اور اشاعت علم ہو اور ایسا ہی ہوا۔ مسلمانوں کی یہی سوچ آگے چل کہ پوری دنیا کیلئے علم کے راستے بناتی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے عرب جو جہالت کی لپیٹ میں بری طرح غرق تھا علم کے نور سے تمام عالم پر چھا گیا۔

اسلامی تمدن کی بنیاد لفظ اور کتاب پر ہے قلمی نسخے یا مخطوطات ہاتھ سے لکھے گئے تھے۔ اس کے ذریعے قرآن کی حفاظت کی گئی ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ حفاظِ کرام اور کاتبوں نے قرآن حکیم کے اصل متن کو محفوظ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ قرآن حکیم کے محفوظ کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب علم ہے۔ جس سے ہم ماضی کی تاریخ، ادب اور علم و فن سے آشنا ہوئے اور اسی طرح ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ تاریخی ورثے کی اہمیت وافادیت ہر دور میں رہی ہے۔ ان نادر ونایاب اشیاء میں قدیم عمارات، مطبوعات، خطی نسخے، سرکاری مراسلہ جات، خطوط، علمی اور قلمی نسخہ جات ہر لحاظ سے اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ قلمی مخطوطات ہمارے بزرگان کی ایسی گم شدہ میراث ہے جیسے تلاش کرنے کی ضرورت ہے اور ان کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔

اسلام کی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کتاب شناسی اور کتاب داری کو اس قدر پروان چڑھایا کہ قرون اولیٰ میں مسلمانوں کا کوئی گھر ایسا نہیں ملتا تھا جس میں کتاب اور کتب خانے کا وجود نہ ہو۔ قرآن کریم کی کتابت جہاں عمل میں آرہی تھی اور کاتبینِ وحی موجود تھے وہیں آپ ﷺ کی احادیث بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم لکھ لیا کرتے تھے۔ جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اس حوالے سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔

پہلی، دوسری اور تیسری صدی اسلامی دنیا میں اس حوالے سے خاص اہمیت کی حامل ہیں کہ اس دور میں حدیثِ نبوی ﷺ کی تدوین ہوئی۔ اس وقت تمام علوم وفنون پر قلمی کتابیں مخطوطات کی شکل میں تھیں اس دور میں اشاعتی ادارے موجود نہیں تھے لہذا قلمی کتابوں کو وجود بنایا گیا۔ اس دور میں یا تو مصنف خود کوئی کتاب مرتب کرتا تھا یا اپنے اکابر علماء وشاگردوں کے ذریعہ املا کرواکے کتابیں شائع کرتے تھے اس کے بعد علمی دنیا میں کتابوں کو بہت اہمیت حاصل ہوئی۔

مسلم دنیا میں کم وبیش ہر شہر و قریہ میں کتب خانے کا وجود تھا۔ سقوط بغداد اور عباسی مملکت کا زوال اسلامی دنیا میں علمی ورثے کی تباہی کے حوالے سے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ تاتاریوں نے مسلمانوں کے علمی وتہذیبی مراکز کو تباہ وبرباد کر دیا اور تمام بنیادی کتابیں برباد کر ڈالیں۔ اس کے باوجود اسلامی دنیا میں کم وبیش ہر کتاب کا حوالہ ونسخہ موجود ہے گو کہ بے شمار ایسی کتابیں بھی اس تباہ کن معرکہ میں ضائع ہوئیں جن کا نام ملتا ہے لیکن وجود نہیں۔

انہی علمی خزانوں سے مخطوطات کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ مخطوطات انسان کے تہذیبی کارناموں کا عظیم ورثہ ہیں۔ یہ انسان کی سیاسی، معاشی، معاشرتی، ذہنی، فکری، جذباتی اور نفسیاتی حالات کے ترجمان ہوتے ہیں۔ یہ اس فضا اور ماحول کو پیش کرتے ہیں جن میں وہ تخلیق ہوئے۔ اور انسانی معاشرہ کی روایات واقدار کے امین ہوتے ہیں۔ جس سے آئندہ نسلیں رہنمائی حاصل کرتی ہیں۔ یہ ماضی کے یادگار واقعات وحالات کا ریکارڈ ہوتے ہیں۔ جس کے مطالعے سے انسان میں مستقبل سے نمٹنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے آئندہ نسلوں کے افراد اور ابھرنے والی اقوام درس عبرت حاصل کرتی ہیں۔ مخطوطات، حکام، امراء اور عوام کی علمی دوستی اور ان کے تعلیمی نظریات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسلام میں مخطوطات کی تخلیق، انکی حفاظت اور آئندہ نسلوں تک منتقلی ایسے اسلامی شعائر ہیں جن کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ مخطوطات کے بارے میں اہم بات یہ بھی ہے کہ یہ افراد اور اقوام کے مذہبی رجحان اور عقیدے کے مظہر ہوتے ہیں۔ [12]

یہ کہنا بجا ہے کہ مخطوطات انسانی تہذیب کا سب سے قیمتی ورثہ ہے۔ یہ انسانی روایات واقدار کو نسل در نسل منتقل کرتے ہیں اور انسانی تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کی تاریخ آگے بڑھانے میں مدد ومعاون ثابت ہوتے ہیں۔ اگر مخطوطات نہ ہوتے تو ہر نسل انسانی کو زندگی کا آغاز از سر نو کرنا پڑتا اور اس طرح تہذیبی عدم تسلسل کی وجہ سے انسان تہذیب وترقی کے منازل طے کرنے میں دشواری محسوس کرتا۔[13]

مخطوطات کی تاریخ:

باقاعدہ طور پر لکھائی کی ابتدا کب سے ہوئی اور کیسے ہوئی اسکا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ پر یہ حقیقت ہے کہ انسان کی پہلی تحریر بڑی سادہ تھی وہ اپنا مطلب سمجھانے کے لیے لکیریں اور تصویروں کے اشارے سے کام لیتے تھے۔ فونیقیوں نے عالم

انسانیت کو ابجد کی نعمت عطا کی وہ پہلی قوم تھی جنہوں نے خالص ابجدی اور بڑا منظم سلسلۂ تحریر و کتابت استعمال کیا اور اسے دنیا بھر میں پھیلایا۔[14]

جب یہ سلسلہ شروع ہوا تو انسان کو اپنے ارد گرد جو چیز بھی میسر آتی رہی اس نے ان چیزوں سے تحریر کا کام لیا۔ مثلاً اہل چین کاغذ کی ایجاد سے پہلے کپڑوں پر لکھائی کیا کرتے تھے۔ اہل مصر بھی کپڑوں پر لکھتے رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے درختوں کی چھال یا جانوروں کی کھال پر بھی لکھائی کی چھال پر لکھنا بہت مشکل کام تھا اور پھر چھال کو موسم کی شدت سے محفوظ رکھنا بھی دشوار تھا کیوں کہ وہ کچھ عرصہ کے بعد خشک ہو کر خراب ہو جاتی تھی۔[15]

تقریباً چار ہزار سال پہلے اہل مصر نے کاغذ سے ملتی جلتی چیز جیسے پیپرس کہتے ہیں لکھائی کیلئے استعمال کیا دراصل پیپرس ایک پودے کا نام تھا۔ جو اس زمانے میں دریائے نیل کے کناروں پر کثرت سے اُگتا تھا۔ اسی درخت کی چھال سے کاغذ جیسی چیز بنا کر کتابوں کی اشکال دے دی جاتی تھی اور لوگ اپنی ضروری باتیں اس پر تحریر کرتے تھے۔[16]

عربوں نے تیسری صدی عیسوی میں نبطی رسم الخط اختیار کر لیا تھا۔ ڈیڑھ دو سال بعد اس میں تبدیلی کر کے بڑی حد تک انفرادیت پیدا کر لی چونکہ اسلام میں جانداروں کی تصویریں بنانا ممنوع ہے اس لئے مسلمانوں نے اپنے ذوق مصوری کو حروف کی آرائش وزینت میں صرف کیا۔[17]

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عرب میں کوفی خط رائج تھا چنانچہ آپ ﷺ نے بادشاہوں اور سرداروں کے نام جو تبلیغی خطوط روانہ فرمائے وہ کوفی خط میں تحریر کئے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خود اُمی تھے، مگر آپ ﷺ نے مسلمانوں میں علم پھیلانے کی عملی کوشش فرمائی جو اسیران جنگِ بدر فدیہ ادا نہیں کر سکے تھے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں۔ آنحضرت ﷺ کے وصال سے کچھ عرصہ پیشتر چالیس کاتبانِ وحی موجود تھے۔[18]

جِلد (چمڑے) پر موجود مخطوطات کی تاریخ:۔

مشرق قریب چمڑے (جلد) پر لکھنے کا استعمال بہت معروف تھا مصر میں اس سے قبل سلطنت وسطی میں بھی یہ مستعمل تھا۔ جنوب مصر میں میریو Meroe اور نوبیہ Nubia کی سلطنت میں چمڑے پر لکھے ہوئے مخطوطات ملے ہیں۔ فلسطین اور ایران کے آخر الذکر ملک میں شاہی دفاتر (Archives) چمڑے کی دستاویزات پر مشتمل تھے۔ ساتویں صدی عیسوی میں ایران نے مصر سے فتح حاصل کر لی تھی تو اس وقت بھی وہاں چمڑے پر لکھا جاتا تھا۔ ۱۰۱۰ء کے بعد جب ایرانی جنوبی عرب پہنچے انہوں نے وہاں چمڑے کی صنعت کی حوصلہ افزائی کی۔ یمن پر ایرانیوں کے تسلط سے پہلے بھی یہاں چمڑا تحریر کے کام آتا رہا چنانچہ ایک حمیری بادشاہ کا تمسک رسول اللہ ﷺ کے دادا عبد المطلب بن ہاشم کے نام جو خلفیہ المامون کے خزانے میں محفوظ کر لیا گیا تھا چمڑے کے ایک ٹکڑے پر تھا۔[19] گویا معلوم ہوا چمڑے پر تحریر کا کام اسلام سے پہلے کیا گیا عربوں کو اپنے حافظے پر بڑا فخر تھا۔ ان کا حافظہ بہت قوی تھا وہ جس محفل میں بیٹھتے وہاں کی ایک ایک بات حفظ کر لیتے انہوں نے اسلام سے پہلے ہی تحریر کا کام کیا اس وقت انہوں نے کوفے میں کھالوں کی دباغت کا طریقہ ایجاد کر لیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذکور ہے کہ چمڑے کو لکھنے کیلئے استعمال کریں۔ اس کی مثال ہمیں کنوؤں اور زمینوں کے ھبہ نامے اور وحی کے بعض حصوں پر لکھنے سے معلوم ہوئے اس کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضہ نے بھی آپ ﷺ کی

پیروی کی۔ ایک خاص چیز قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمان غنی رضؓ سے قرآن پاک کا ایک نسخہ منسوب ہے جو شتر مرغ کی کھال پر تحریر کیا گیا تھا۔ اور مدینہ منورہ میں عارف (کتب خانہ) میں محفوظ ہے۔[20]

قاہرہ (مصر) قومی کتب خانے میں ۱۰۰ھ اور ۲۴۳ھ کے قدیم چرم کے مخطوطات محفوظ ہیں۔ برلن کے سرکاری عجائب خانے میں موجود قرآن مجید کے مخطوطات جو ہرن کی کھال پر تحریر تھے البیرونی اپنی "تاریخ ہند تحقیق ماللھند" میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مقدس کتابوں کی تحریر کیلئے ورق کا استعمال کیا جاتا تھا۔ یہودیوں کے یہاں ورق پر تحریر رائج تھا توریت کی کتابت بھی ورق پر کی گئی تھی۔ اس کے ساتھ کتابت وحی کے لیے ورق کا استعمال ہوا اور اس کے پارچے رسول اللہ ﷺ کے ترکے میں بھی پائے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے مختلف مواقع پر ورق کا استعمال کیا ہے۔ اورق، قرطاس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ اموی دور میں اوراق بردی کو تحریر کے کاموں میں لایا جاتا تھا۔ شمالی افریقہ کی" القیدوان مسجد سدی "عقبہ کے خزانے میں سے رِق کے سینکڑوں ادبی مخطوطات ملے ہیں۔ عراق کے دفاتر میں زیادہ تر رِق ہی کا استعمال رہا حتیٰ کہ الفضل یحییٰ بن خالد البرمکی نے اس کی جگہ کاغذ کا استعمال کیا۔ ہرن کی کھال کا ایک خاص قیمتی ورق بنتا تھا جو بہت بیش قیمت ہوتا تھا۔ مصر کے کتب خانوں میں ہرن کی کھال کے کاغذ پر کلام اللہ کے بہت سے نسخے موجود ہیں۔[21]

یہاں قدیم رق کا بھی پتہ چلا ہے یہ ایک خاص قسم کا ورق اودے رنگ کا ہوتا تھا جس کے بارے میں قرون وسطی کے ابتدائی دور کے لاطینی مخطوطات کا پتہ چلا ہے۔ ایک مخطوطہ جو خط کوفی پر لکھا گیا ہے۔ جو مشہد (ایران) کی مسجد کے مخطوطہ قرآن کا ایک حصہ ہے۔[22]

عیسائی مؤرخ جرجی زیدان کے قول کے مطابق:

"مسلمانوں نے اس وقت کے تمام علوم وفنون، فلسفہ، طب، نجوم، ریاضی، ادب، تاریخ وغیرہ کو جو تمام عالم میں رائج تھے ایسی زبان میں منتقل کر لیا تھا۔ انہوں نے یہ تمام ذخیرہ صرف ڈیڑھ صدی میں جمع کر لیا تھا۔ اور اہل روم پوری چار صدیوں تک یونانی علوم کو نقل نہ کر سکے تھے۔ یہ مسلمانوں کی عجیب وغریب خصوصیت ہے جو دنیا کی کسی دوسری قوم میں نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے تمدن کے تمام اسباب حیرت انگیز عجلت کے ساتھ مہیا کر لئے۔"[23]

اسلام میں بنی امیہ کے دورِ خلافت میں خالد بن یزید بن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (متوفی: ۸۵ھ) کو نادر کتابوں کے جمع کرنے اور دوسری غیر ملکی زبانوں کے تراجم کر کے اپنے سرکاری محافظ خانہ میں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اس کے بعد عبد الملک بن مروان کے عہد میں شاہی دستاویزی مراکز قیمتی نوادر اور بیش بہا مخطوطات کی وجہ سے کافی اہمیت اختیار کر چکا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز (۱۰۱ھ-۹۹ھ) کے عہد خلافت میں تصنیف وتالیف اور علمی سرگرمیوں کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔[24]

ابو جعفر منصور (۱۵۱-۱۲۶ھ) نے بغداد کی بنیاد ڈالی اور اس کو دار الحکومت قرار دیا تو بغداد علوم وفنون کا مرکز بن گیا۔ ہارون الرشید (۱۹۳-۱۷۰ھ) نے بغداد میں بیت الحکمت جس کو ہم سرکاری محافظ خانہ کہہ سکتے ہیں قائم کیا۔ یہاں سرکاری دستاویزات اور امسال کے ساتھ ساتھ قیمتی مخطوطات کا بڑا ذخیرہ بھی محفوظ کیا گیا تھا۔ اس علمی ادارہ میں رات دن محققین اور شائقین مطالعہ کی بڑی تعداد تحقیق و مطالعہ میں مصروف دکھائی دیتی تھی اس ادارے کو مامون رشید نے مزید وسعت دی مامون نے کتب خانہ میں عرب دور جاہلیت کے قصائد، خطوط، دستاویزات کا بڑا وسیع ذخیرہ جمع کیا تھا۔ اس ذخیرہ میں ایک دستاویز ایسی

عجیب وغریب اور نادر تھی جو حضرت عبد المطلب بن ہاشم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی یہ کتب خانہ دس لاکھ مخطوطات پر مشتمل تھا۔[۲۵]

بعد کے ادوار میں مسلمانوں نے اس روایت کو آگے بڑھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے بغداد، کوفہ، بصرہ، دمشق، قاہرہ، قرطبہ، بخارا، ہرات اور پھر برصغیر میں دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد، پٹنہ، رامپور، بھوپال، لاہور، ملتان اور ٹھٹہ اسلامی کتابوں کے بڑے مراکز بن گئے۔

ابتدائی صدیوں میں صورت حال آج سے بہت مختلف تھی۔ اب تو طباعت اتنی عام ہوگئی کہ جلد ہی کتابیں طبع ہو جاتی ہے اور پھر اس کے ضائع ہونے کا امکان ختم ہو جاتا ہے لیکن اسلامی عہد کے ابتدائی دور میں بلکہ صدیوں تک طباعت کی کوئی صورت نہ تھی کتابیں مسودات کی صورت میں محفوظ رہتی تھیں۔ اس وقت کسی کتاب کے ایک یا دو یا زیادہ سے زیادہ چند مخطوطے ہوتے تھے یہ کہنا کہ فلاں کتب خانے میں بیس ہزار کتابیں تھیں آج کے دور میں یہ کہہ دینے کے مترادف ہے کہ فلاں کتب خانے میں دو لاکھ کتابیں ہیں۔ تصنیف و تالیف اور تعلیم و تعلم کے میدان میں دنیا کی کوئی قوم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکی اور اس دعوے میں مبالغہ کی کوئی آمیزش نہیں ہے۔ مسلمانوں کی ابتدائی صدیوں میں کتابیں صرف مخطوطات کی شکل میں ہوتی تھیں ایک مخطوطہ کا ضائع ہو جانا پوری کتاب اور تصنیف کا ضائع ہو جانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جو غیر مسلم قومیں مسلمانوں پر غالب آئیں اور مسلمان حکومتوں اور علاقوں کو فتح کیا انہوں نے مسلمانوں کی دوسری املاک کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا ان کے کتب خانوں کو پہنچایا۔ انہوں نے کتابوں کو انسانوں سے بھی زیادہ اہم سمجھا۔ آبادیوں کا قتل عام بعد میں کیا پہلے اسلامی کتب خانے لوٹے اور ان میں موجود قیمتی مسودات کو جو مختلف علوم و فنون پر مشتمل تھے جلایا یا دریا بُرد کیا۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا سب سے مؤثر طریقہ یہی ہے کہ انہیں ان کی علمی اور ثقافتی میراث سے محروم کر دیا جائے۔ پچھلی نسل نے علم اور فن کے میدان میں جو گرانقدر کام کیا ہے وہ آنے والی نسل تک نہ پہنچے۔

مسلمانوں نے ابتدائی صدیوں میں جب مغرب جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا۔ دینی علوم کے علاوہ دوسرے علوم پر بھی اتنا تصنیفی کام کیا کہ دنیا کی کوئی دوسری قوم اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکی۔ بنو عباس کے ابتدائی دور میں بیت الحکمت کے نام سے جو کتب خانہ قائم کیا اس میں کتابوں کی تعداد دس لاکھ تھی اس وقت دس لاکھ کتابوں کا مطلب دس لاکھ مخطوطے ہیں۔[26]

طباعت اور نشر و اشاعت کے ذرائع و مسائل میں غیر معمولی ترقی سے جہاں بہت سے فوائد ہوئے وہی اہل علم کی تصانیف اور علمی کاوشیں ضائع ہونے سے بچ گئیں وہاں ایک نقصان بھی ہوا کہ مسودات اور مخطوطات کی اہمیت کم ہوگئی۔ مسودات و مخطوطات کو جو اہلِ علم ترمیم کرتے ہیں ان کو زیادہ دشواری اس بناء پر پیش آتی ہے کہ مسودہ مصنف کا لکھا ہوا نہیں ہوتا۔ اس کے نقال دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک ہی کتاب کے ایک سے زائد نسخے ہونے کی صورت میں ان کے درمیان تقابل اور موازنہ ضروری ہو جاتا ہے وہاں مدیر و محقق صرف اتنی وضاحت کرتا ہے کہ فلاں نسخے میں فلاں عبارت اس طرح پائی گئی اور فلاں نسخے میں اسطرح لیکن ان کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہوتی جس کی بناء پر وہ کہہ سکے کہ فلاں عبارت حتمی طور پر مصنف کی ہے اور فلاں عبارت تحریف شدہ ہے۔ مثلاً: امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی: ۱۷۹ھ) کا مرتب کردہ مجموعہ احادیث جس میں ان کی فقہی

آراء اور اجتہادات بھی ہیں ان کے شاگردوں کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے سولہ نسخے معروف و متداول ہوئے لیکن ان میں کچھ نہ کچھ فرق ہے۔[27]

مسلم ممالک میں مخطوطات کی تحقیق:

اسلام کی چودہ صد سالہ تاریخ میں مخطوطات کی تحقیق کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ان مخطوطات نے ہی مسلم ممالک میں تحقیقات کو فروغ دیا۔ آج ہمیں ایک ایک کتاب کے بیشمار نسخے ملتے ہیں۔ بلکہ ان مخطوطات کی فہارس تک کئی کئی جلدوں میں موجود ہیں۔ مسلم دنیا کا یہ ورثہ مسلمانوں کی علمی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پرنٹنگ پریس کے وجود میں آنے کے بعد ضرورت یہ محسوس ہوئی کہ ان نادر کتابوں کو از سر نو شائع کیا جائے۔ یہ ابتدائی مرحلہ تھا اس کے بعد جب ایک کتاب کے مختلف نسخوں کی عبارات میں اختلاف آیا تو مخطوطات سے تقابلے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آج اسالیب تحقیق میں اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب ملکوں سے جتنی بھی کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کی باقاعدہ ایڈیٹنگ ہوتی ہے۔

چنانچہ آج مسلم دنیا میں اور غیر مسلم دنیا میں مخطوطات کو اس لحاظ سے بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کہ اس کے ذریعے مقالہ نگار یعنی وہ شخص جو کسی مخطوطے کو ترمیم کرتا ہے اور اس پر تحقیق کرتا ہے وہ بیک وقت کئی تحقیقی مراحل سے گزرتا ہے وہ اس قلمی نسخے کی اہمیت، اس کے موضوع، اس کے مصنف، خود مصنف کے حالات زندگی اور کتاب کے تعارف و خصوصیات کا لحاظ کرتا ہے۔ وہ مقدمۃ الکتاب میں نفس مصدر (اصل کتاب) اس کے مؤلف کے حالات، اس کے اساتذہ، تلامذہ، تصانیف اور خدمات کا بڑی حد تک لحاظ کرتا ہے۔ پھر کتاب کے متن پر تحقیق کے دوران اگر کوئی حدیث آتی ہے تو اس کی تخریج کرتا ہے۔ کوئی آیت آتی ہے تو اس کا حوالہ دیتا ہے۔ گویا وہ اسے انساب و بلدان اور جغرافیہ سے متعلق موضوعات اور دیگر اہم کتب سے مراجعت کے بعد تحقیق کرتا ہے مثلاً اگر وہ کہیں امام طحاوی کا ذکر کرتا ہے تو امام طحاوی کا نام، ولدیت، کنیت، نسبت، اس کے آبائی شہر کا ذکر لازماً پائے گا۔ وہ تحقیق کے دوران ان سب امور کا لحاظ کرتا ہے۔ مثلاً امام طحاویؒ کا نام احمد بن محمد بن سلمی بن سلامہ الطحاوی الحجری المصری ہے۔ تو مقالہ نگار یہ سب ذکر کرے گا وہ اس دوران کہیں اگر ان کے نام، باپ یا دادا کے نام، کنیت یا نسبت میں کوئی اختلاف پائے گا تو اس کی وضاحت بھی کرے گا۔ اس میں سب سے پہلی چیز یہ ہوتی ہے جس شخص کا نام آتا ہے اس کے حالات زندگی جن اہم کتابوں میں موجود ہوتے ہیں وہ ان کتابوں کا اور ان کے مراجع کا مکمل طور پر ذکر کرتا ہے۔[28]

تحقیق کے سلسلے میں علامہ ذہبیؒ کی کتاب "سیر اعلام النُبلاء" ایک بہترین مثال ہے۔ آج محدثین، فقہاء اور ہر طبقۂ زندگی سے وابستہ علماء کے حالات عمومی طور پر اعلام النبلاء میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ ایک جامع کتاب ہے۔ جس میں ساتویں صدی ہجری تک کے رجال کا تذکرہ موجود ہے۔ کتاب کا حوالہ دیتے وقت یا تو نفس مصدر یعنی کتاب کو پہلے لاتے ہیں یا مصنف کو پھر مقام اشاعت، ادارہ و مکتبہ جہاں سے وہ کتاب شائع ہوئی اس کے بعد سن اشاعت اور آخر میں جلد و صفحہ۔ اسی طرح جب جغرافیہ اور انساب کا معاملہ ہوگا تو اس سے متعلق کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ انساب کے حوالے سے صنعائی کی "کتاب الانساب"، سیوطی کی "اللباب فی تحریر الانساب"، اسی طرح مسلم دنیا کے جغرافیہ کے بارے میں بھی متعدد کتابیں تذکرہ نگاروں نے لکھی ہیں۔ جن میں علامہ یعقوت حموی کی کتاب "معجم البلدان" کو اہم مصدر کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اور ان کے حوالے دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر معاملہ لغت کا اور زبان و ادب کا ہو تو اس سے متعلق کتب کی طرف مراجعت کی جاتی ہے۔ اور اصل کتاب تک پہنچ کر اس کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ مثلاً ابن قدامہ کی "المغنی) "اصول الفقه) وغیرہ۔

اگر متن اور اصل ماخذ کی عبارت میں اختلاف ہو تو اس کو بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر مصنف کا تسامح ہو تو وہاں بھی دیگر کتب سے مراجعت کے بعد مختصر نوٹ تحریر کیا جاتا ہے۔ غرض قلمی کتاب یا مخطوطہ ایڈٹ کرنے کے دوران ایسے بہت سے امور کو لازمی طور پر پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یہ کام بیک وقت تحقیق، تعلیق، تدوین اور تخریج بھی کہلاتا ہے۔

عرب دنیا میں دکتورہ (Ph.D) کے بیشتر موضوعات کا تعلق مخطوطات سے ہی ہوتا ہے۔ وہ کسی قلمی کتاب کو موضوع بناکر ایڈٹ کرتے ہیں اسے "رسالۃ الدکتورہ" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی انگریزی، عربی یا دیگر زبانوں میں جو تحقیقی کام کیا جاتا ہے اس میں قلمی کتاب کو تحقیق کے لیے بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مستشرقین نے بھی اس حوالے سے اسلامی موضوعات پر بہت سی کتابوں کو ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے اس فہرست میں مستشرقین کے نامور لوگوں کے نام شامل ہیں۔ ابن سعد کی الطبقات الکبری جو ایک بنیادی مصدر و مراجع ہے اسے آغاز میں مستشرقین نے ایڈٹ کر کے شائع کیا۔ اسی طرح ابن خلدون کی تاریخ اور مقدمہ کو پہلے پہل مستشرقین نے ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے۔

اسی طرح بے شمار کتابیں ہیں جنہیں بنیاد بنا کر تحقیق کی گئی۔ الوافی بالوفیات (خلیل بن ایبک الصفی) جو کہ رجال پر کتاب کو بھی مستشرقین کی ایک جماعت نے ایڈٹ کر کے شائع کیا۔ مسلم دنیا کے بڑے نامور کتب خانے اس حوالے سے خاص شہرت رکھتے ہیں وہاں مخطوطات کے بڑے ذخائر ہیں۔ ان کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی فہرستیں ہی کئی کئی جلدوں میں شائع ہوئی ہیں۔ ایسی بہت سی کتابیں جو ایڈٹ ہو کر عرب دنیا سے شائع ہوئی ہیں ایک مستشرق سرگیس نے ایسی کتابوں کی ایک جامع فہرست مرتب کی ہے جس کا نام "معجم المطبوعات العربیۃ المعربۃ" ہے یہ کتاب کئی جلدوں میں ہے۔ اسی طرح ایک کتاب "ذخائر التراث العربی" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ جس میں بے شمار ایسی عربی کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے جن پر محققین نے کام کیا ہے اور انہیں ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے۔

حوالہ جات:

---

[1] انجم رحمانی، ڈاکٹر، مخطوطات (اہمیت، حصول، تحفظ) فکر و نظم: مخطوطات - خصوص اشاعت، شمارہ ۳، ۲، تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد، ۱۹۹۸-۱۹۹۷ء۔

[2] ایضاً، ص: ۳۳۔

[3] ایضاً، ص: ۳۴۔

[4] نسیم فاطمہ، ڈاکٹر، اوردو مخطوطات کی کیٹلاگ سازی اور مصیار بندی، لائبریری پروموشن بیورو، ۲۰۰۰، ص: ۲۔

[5] ایضاً، ص: ۲۔

[6] ایضاً، ص: ۲۔

[7] محمد میاں صدیقی، ڈاکٹر، فکر و نظر: مخطوطات - خصوصی اشعار، شحارہ: ۳، ۲، تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد، ۱۹۹۸-۱۹۹۷ء۔

[8] سورۃ العلق: ۵-۱۔

[9] سورۃ البقرہ: ۱۲۹۔

[10] سورۃ طٰہٰ: ۱۱۴۔

[11] سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر ۲۲۴، تحقیق فواد عبد الباقی۔

[12] انجم رحمانی، ڈاکٹر، مخطوطات (اہمیت، حصول، تحفظ) فکر و نظم: مخطوطات - خصوص اشاعت، شمارہ ۳، ۲، تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد، ۱۹۹۸-۱۹۹۷، ص: ۳۲۔۳۱۔

[13] ایضاً، ص: ۳۳۔

[14] الطاف شوکت، نظام کتب خانہ، شیخ غلام علی اینڈ سننہ پبلیشر، ۱۹۷۸، ص: ۸۳-۸۱۔

[15] ایضاً، ص: ۹۱۔

[16] ایضاً، ص: ۹۳۔

[17] ایضاً، ص: ۸۷۔

[18] ایضاً، ص: ۸۷۔

[19] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ج ۷، ص: ۲۴۴۔

[20] ایضاً، ص: ۳۴۵۔

[21] ایضاً، ص: ۳۴۵۔

[22] ایضاً، ص: ۳۴۶۔

[23] اشرف علی، تحفظ - دستاویزات و کتب خانہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۳، ص: ۲۶۔

[24] ایضاً، ص: ۲۷۔

[25] ایضاً، ص: ۲۷۔

[26] محمد میان صدیقی، ڈاکٹر، فکر و نظر: مخطوطات - خصوصی اشعار، شحارہ: ۳، ۲، تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد. ۱۹۹۸-۱۹۹۷۔

[27] ایضاً، ص: ۲۹۔

[28] نوٹ: حافظ محمد ثانی، ڈاکٹر، لیکچر، مخطوطات، عبدالحق کیمپس وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی، ۲۰۱۵۔